

اجتہاد کا ایک اہم اسلوب

قیاس اور اس کی حجیت

احمد حسن

قیاس فقہ اسلامی کا چوتھا ماخذ ہے۔ قیاس میں چونکہ مجتہد کی رائے کو دخل ہوتا ہے اس لئے بعض علماء اصول نے اس کو سرے سے ماخذ ماننے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اور ان کے نزدیک فقہ اسلامی کے تین ہی ماخذ ہیں۔ کتاب، سنت، اور اجماع (۱) ان کے نزدیک قیاس کی ثانوی حیثیت ہے۔ یعنی قیاس فی نفسہ مثبت حکم نہیں، مظہر حکم ہے۔ حکم شرعی دراصل کتاب، سنت اور اجماع ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ اور قیاس میں ان میں سے ہی کسی ایک کو اصل یا مقیس علیہ بنایا جاتا ہے۔ اس لئے ایک اعتبار سے یہ تینوں ہی اصل ماخذ ہوتے، اور قیاس حکم شرعی کو دریافت کرنے کا ایک طریقہ کار ہوا۔

اسلام کے تشکیلی دور میں ایسے مسائل جن کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی حکم موجود نہ ہوتا، رائے و قیاس کے ذریعہ ہی یہ حکم معلوم کیا جاتا۔ اس دور میں نئے پیش آنے والے مسائل، جن کو حوادث اور نوازل کہا جاتا ہے، اجتہاد کے ذریعہ ہی حل کئے جاتے۔ اجتہاد میں عقل و رائے کا دخل ہوتا۔ اس طرح شرعی احکام کے استنباط میں کثرت سے عقل و رائے کا استعمال ہونے لگا۔ اجتہاد میں ازادی رائے سے بہ اندیشہ تھا کہ شرعی احکام ذاتی رجحان اور خواہشات سے متاثر نہ ہو جائیں۔ تدوین حدیث کے بعد حدیث کے متعدد مجموعے تیار ہو گئے۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جن احادیث کا مجتہدین کو علم نہ تھا، ان کا بھی علم ہو گیا۔ اس سے رائے و قیاس کا دائرہ اجتہاد میں قدرے محدود ہو گیا۔ امام شافعی سے پہلے مالکی اور عسراقی فقہاء کے یہاں

اجتہاد میں رائے و قیاس کا استعمال نسبتاً زیادہ تھا۔ اجتہاد کے اصول و قواعد مکمل طور پر مدون نہیں ہوئے تھے۔ تدوین حدیث اور اجتہاد کے قواعد منضبط ہونے کے بعد رائے و قیاس سے اجتہاد کی حجیت قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی شدید ضرورت محسوس ہوئی۔ امام شافعی اور دوسرے ائمہ مجتہدین نے اجماع، قیاس اور خبر واحد کی حجیت کو قرآن و سنت سے ثابت کیا۔ امام شافعی نے سب سے پہلے جن آیات و احادیث سے قیاس کو ثابت کیا، ان سے پہلے فقہاء نے ان سے اس طرح استدلال نہیں کیا تھا۔ اس مقالہ میں ہم یہ بتلائیں گے کہ قیاس کی حجیت قرآن مجید، سنت، اجماع، آثار و تعامل صحابہ اور عقلی دلائل سے ثابت ہے۔ یہ دلائل امام شافعی سے قبل ہمیں نہیں ملتے اس لئے تاریخی طور پر اس کا آغاز ہم امام شافعی سے کرتے ہیں۔

امام شافعی حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے

ہیں :

- ۱۔ ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام ، وحیث ما کنتم خولوا وجوهکم شطره (بقرہ - ۱۵)
- اور جہاں کہیں سے آپ باہر جائیں تو اپنا رخ نماز پڑھتے وقت مسجد الحرام کی جانب کر لیا کیجئے ، اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو اپنے رخ (نمازوں میں) اسی ، طرف کیا کرو۔
- ۲۔ وهو الذی جعل لکم النجوم لتهتدوا بها ، فی ظلمات البر والبحر (انعام : ۹۷)۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے تاروں کو پیدا کیا ، تاکہ ان کے ذریعہ تم جنگل اور دریا (خشکی و تری) کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو۔
- ۳۔ وعلامات ، وبالنجم ہم یہتدون (نحل - ۱۶)
- اور بھی زمین میں بہت سے نشانات بنائے اور وہ ستاروں سے بھی راستہ معلوم کیا کرتے ہیں۔
- ۴۔ واشہدوا ذوی عدل منکم (طلاق - ۲)
- اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لیا کرو۔
- ۵۔ فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء (بقرہ - ۲۸۲)
- (اگر دو مرد میسر نہ ہوں) تو جن گواہوں کو تم قابل اطمینان سمجھو۔ کر

پسند کرو ، ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہو جائیں ۔
 ۶ - یا ایہا الذین آمنوا لا تقتلوا الصيدوا انتم حرم ، ومن قتلہ منکم متعمداً فجزاء
 مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ہدیاء بلغ الکعبۃ (مائدہ - ۹۵)
 اے ایمان والو۔ جب تم احرام کی حالت میں ہو ، تو کسی شکار کو نہ مارو۔
 اور جو شخص تم میں سے قصداً شکار مارے گا تو اس پر اس شکار کے مساوی
 جس کو مارا ہے چوپایوں میں سے بدلہ واجب ہو گا۔ جس کا تخمینہ تم میں سے
 دو معتبر شخص کریں گے ، اور وہ چوپایہ حرم کعبہ میں پہنچایا جائے ۔
 قیاس کا حجیت ثابت کرنے کے لئے امام شافعی نے ان آیات کو پیش کر کے
 تین دلیلیں دی ہیں :

اول : شارع نے مکلف کو یہ حکم دیا ہے کہ نماز پڑھتے وقت وہ کعبہ کی
 طرف منہ کرے ، اگر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ممکن ہو ، اس طرح کہ کعبہ
 سامنے نظر آ رہا ہو ، تو اس سے مکلف شارع کا عین مقصد پورا کرے گا ، یعنی
 ظاہراً اور باطناً دونوں طرح وہ حکم کی تعمیل کرے گا ۔ جب تک کعبہ سامنے
 رہے اور اس کا دیکھنا ممکن ہو اس وقت اس کے لئے عین کعبہ سے رخ بھیرنا
 جائز نہیں ۔ اور جب کعبہ سامنے نہ ہو ، اور مکلف ظاہر و باطن میں شارع کا
 عین مقصد پورا نہ کر سکے ، تو پھر بھی اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ جس طرف
 چاہے رخ بھیر لے ۔ بلکہ اس کو چاہیئے کہ وہ عقل و فہم سے کام لے کر چاند ،
 سورج ، سمندر پہاڑ ، ستارے اور دوسری علامات کے ذریعہ سمت کعبہ
 تلاش کرنے کی کوشش کرے ۔ ان علامات کے ذریعہ جب وہ سمت کعبہ تلاش کر
 کے اس طرف رخ کرے گا تو گویا وہ ظاہراً شارع کے حکم کی تعمیل کرے گا ،
 باطناً نہیں ۔ اس مثال کو اب ہم قیاس پر منطبق کرتے ہیں ۔ شارع مکلف
 سے یہ چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ شارع کے عین مطلوب تک پہنچے ۔
 جب مطلوب صراحت سے معلوم نہ ہو تو اس کو کوشش سے معلوم کرے ، جس
 کو اجتہاد کہتے ہیں ۔ قیاس میں یہی صورت ہے ۔ کتاب و سنت میں مذکورہ
 شرعی احکام پر براہ راست عمل کرنا شارع کے عین مطلوب تک پہنچنا ہے ۔
 یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کسی مسئلہ کے بارے میں کتاب و سنت میں
 حکم موجود ہو ۔ اس کو حکم منصوص علیہ کہتے ہیں ۔ جب یہ حکم موجود

نہ ہو تو پھر قیاس سے کام لے۔ یعنی اپنی عقل و فہم سے کام لے کر اجتہاد کے وہ طریقے اختیار کرے اور ان دلائل و علامات کو تلاش کرے جو اس کو مطلوب تک پہنچا دیں۔ یعنی منصوص احکام کی علت نکال کر اس حکم کا اطلاق اشتراک علت کی بنا پر ان امور میں کرے جن کے بارے میں نص موجود نہ ہو۔ اس عمل سے مکلف ظاہراً شارع کے مطلوب تک پہنچے گا، باطناً نہیں۔ اس لئے قیاس پر مبنی حکم ظنی ہوتا ہے، نہ کہ قطعی۔

دوم۔ امام شافعی نے شہادت کے بارے میں دو آیتیں پیش کی ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گواہ عادل یعنی معتبر، ثقہ، اور معاشرہ میں پسندیدہ شخص ہونا چاہیئے۔ تاہم شارع نے عادل کی تعیین حاکم کے اجتہاد پر چھوڑ دی، کیونکہ مکلف عین عدل تک، جو شارع کا مطلوب ہے، نہیں پہنچ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ظاہر میں عادل ہو، اور باطن میں نہ ہو۔ حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس لئے انسان کو صرف اس قدر مکلف بنایا گیا ہے کہ ظاہری علامات سے کسی شخص کے عادل ہونے کے بارے میں معلوم کر لے۔ ان علامات سے ظاہراً اس کے عادل ہونے کا علم ہو سکتا ہے، باطناً نہیں۔ اس کوشش کے بعد حاکم کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ ظاہراً و باطناً اس معاملہ میں مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں۔ یہ مکلف کی قدرت سے باہر ہے۔ قیاس میں بھی یہی صورت ہے۔

سوم۔ اگر کوئی حاجی حالت احرام میں شکار مارے تو اس کے بدلہ میں اس شکار کے مثل کوئی چوپایہ خرید کر حدود حرم میں قربان کرے اور اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کر دے۔ مقتول شکار کے برابر جانور کا تخمینہ دو عادل شخص کریں گے۔ صحابہ کے دور میں بھی ایسے واقعات پیش آئے تھے، اور انہوں نے بچو کے بدلہ میں مینڈھا، ہرنی کے بدلہ میں بکری، خرگوش کے بدلہ میں بکری کا بچہ، اسی طرح موش (بربوع) کے بدلہ میں بھی بکری کا بچہ صدقہ کیا تھا۔

صحابہ نے جو یہ جانور شکار کے مختلف جانوروں کے بدلہ میں تجویز کئے تھے یہ قطعی و یقینی طور پر ان کے مساوی نہیں تھے۔ یہ تبادلہ محض تقریبی تھا۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ شکار کے جنگلی جانوروں کے بالکل مشابہ چوپایوں میں کوئی جانور موجود ہو، اور اس کو صدقہ کیا جائے۔ اسی لئے اس کے

تخمینہ کا فیصلہ دو معتبر شخصوں پر چھوڑا گیا ہے۔ یہ بدلہ ان کے مساوی ظاہراً ہو گا باطناً نہیں۔ تاہم یہ دونوں عادل شخص اس کی تعیین بغیر علامات اور آثار کے اپنی خواہش سے نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے انہیں ظاہری قرائن سے اس کا فیصلہ کرنا ہو گا۔ ان قرائن سے انسان مطلوب تک پہنچ سکتا ہے۔ یہی صورت قیاس میں ہے۔

ان تینوں دلیلوں سے امام شافعی نے یہ ثابت کیا ہے کہ جن مسائل کے بارے میں منصوص احکام موجود نہ ہوں، ان کے بارے میں قیاس کی بنیاد پر اجتہاد کرنا مجتہد پر فرض ہے۔ کیونکہ مجتہد کو اپنی رائے اور خواہش سے شرعی حکم دریافت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مجتہد جب دلائل کی بنیاد پر کوئی حکم دریافت کرے گا تو گویا وہ کتاب سنت کے منصوص احکام پر بالواسطہ عمل کرے گا (۲)۔

امام شافعی نے قیاس کی کئی تعریفیں کی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ دیں تعریف سے قیاس کی حجیت پر بھی روشنی پڑتی ہے :

والقیاس ما طلب بالدلائل علی موافقة الخبر المتقدم من الكتاب او السنة لانهما علم الحق المفترض طلبه۔ كطلب ما وصفت قبله من القبلة والعدل والمثل (۳) کتاب سنت میں جو احکام موجود ہیں ان کے مطابق دلائل کے ذریعہ شرعی حکم تلاش کرنے کو قیاس کہتے ہیں، کیونکہ یہ دونوں اس حق کی نشانیاں ہیں جس کی تلاش فرض ہے۔ اس سے قبل میں اس کی مثالیں بیان کر چکا ہوں، جیسے تلاش سمت قبلہ، شاہد عادل اور مقتول شکار کے مساوی کوئی پالتو چوپایہ۔

اس تعریف سے امام شافعی کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح قرآن و سنت میں منصوص احکام کا جانتا فرض ہے، اس طرح قیاس کے ذریعہ ان سے احکام مستنبط کرنا بھی فرض ہے۔ ان دلائل کا ماحصل یہ ہے کہ جن مسائل کے حل میں انسانی عقل و رائے کا دخل ہے ان کے بارے میں اجتہاد کے ذریعہ معلوم کئے ہوئے کسی حکم کو قطعی و یقینی نہیں کہا جا سکتا۔

امام شافعی کے بعد اصول فقہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں اسی طرح قرآن و سنت، آثار صحابہ، اجماع صحابہ، اور عقلی دلائل سے حجیت قیاس کو ثابت

کیا گیا ہے۔ امام ابو بکر جصاص (متوفی ۳۷۰ ھ) نے اپنی کتاب الفصول فی الاصول میں قیاس کے جواز میں بے شمار دلائل پیش کئے ہیں۔ متاخرین فقہاء نے بھی انہی آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے۔ اور بعض نے ان پر اضافہ کیا ہے۔ حجیت قیاس کے بارے میں پہلے ہم قرآن مجید کی آیات پیش کریں گے، اس کے بعد ان احادیث، آثار اور عقلی دلائل سے بحث کریں گے جن کو علماء اصول نے دلیل میں پیش کیا ہے۔

قرآن مجید کی آیات یہ ہیں :

۱۔ والو الدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان ینم الرضاعة، وعلی المولودلہ رزقھن وکسوئھن بالمعروف . . . فان ارادا فصلا عن تراض منھما وتشاورا فلا جناح علیھما (بقرہ - ۲۳۳)

اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ یہ حکم اس کے لئے ہے جو شیرخوارگی کی مدت پوری کرنی چاہے۔ ان دودھ پلانے والی عورتوں کا روٹی کپڑا دستور کے موافق بچہ والے یعنی باپ کے نمہ ہے۔ . . . اگر دونوں ماں باپ آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔

اس آیت میں دودھ پلانے والی عورتوں کو دستور کے مطابق روٹی کپڑا یا اجسرت دینے کا حکم ہے۔ اگر والدین بچہ کا دودھ چھڑانا چاہیں تو باہمی مشورہ سے ایسا کر سکتے ہیں۔ اس آیت میں دودھ پلانے والی کو کھانا کپڑا کیسا اور کتنا دیا جائے اس کی کوئی تعیین نہیں ہے،۔ اسی طرح والدین کو دو سال سے پہلے بچہ کا دودھ چھڑانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس آیت میں ان مسائل کو آدمی کی رائے اور صوابدید (غالب ظن) پر چھوڑا گیا ہے؛ اس سے رائے و قیاس کے استعمال کا جواز نکلتا ہے۔

۲۔ لاجناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن اوتفرضوا الھن فریضة۔ ومتحوهن، علی الموسع قدره وعلی المقتر قدره (بقرہ - ۲۳۶)

اگر تم عورتوں کو ایسی حالت میں طلاق دو کہ نہ تم نے ان کو ہاتھ لگایا ہو اور نہ تم نے ان کا مہر مقرر کیا ہو، تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ ہاں طلاق دینے کے بعد ایسی عورتوں سے کچھ سلوک کرو، صاحب وسعت پر اس کی حیثیت کے

موافق لازم ہے ، اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے موافق -

آیات سورۃ بقرہ - ۲۳۱ اور احزاب - ۴۹ بھی اسی موضوع سے متعلق ہیں - اور ان میں بھی ایسے ہی احکام ہیں - ان آیات میں شوہر کو حکم ہے کہ مطلقہ بیوی کو مہر کے علاوہ ایک جوڑا بھی دے - لیکن آیت میں اس کی کوئی تعین نہیں کی گئی - یہ شوہر کی رائے ، دستور ، اور اس کے غالب ظن پر چھوڑا گیا ہے -

۳ - فان خفتم الا یقما حدود الله فلا جناح علیہما فیما اقتدت بہ (بقرہ - ۲۲۹)
سو اگر تم لوگوں کو اس کا ڈر ہو کہ وہ دونوں میاں بیوی حدود خداوندی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس مال کے دینے لینے میں ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں جو عورت خاوند کو دے کر جان چھڑا لے -

۴ - ویستلونک عن الیثمی ، قل اصلاح لهم خیر ، وان تخالطوہم فاخوانکم (بقرہ - ۲۲۰)

اور لوگ آپ سے یتیموں کا حکم دریافت کرتے ہیں - آپ فرما دیجئیے ہر صورت ان کے حال کی اصلاح کرنا بہتر ہے - اور اگر تم ان کے خرچ کو شامل کرو ، تو وہ تمہارے بھائی ہیں -

۵ - فاعف عنہم واستغفر لهم و شاورہم فی الامر ، فاذا عزمتم فتوکل علی الله (آل عمران - ۱۵۹)

سو اب آپ ان کو معاف کر دیجئیے اور ان کے لئے خدا سے بخشش طلب کیجئے ، اور ان سے اہم کاموں میں مشورہ طلب کرنے رہا کیجئیے - پھر جب آپ کسی چیز کا پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئیے -

ان آیتوں میں کئی احکام بیان کئے گئے ہیں ، اور بعض صورتوں میں انسان کی رائے و عقل پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا ہے - زوجین کے درمیان نباہ نہ ہونے کی صورت میں خلع کا حکم ہے - لیکن اس میں بھی رقم کی مقدار کی تعین نہیں کی گئی - اور اس کو زوجین کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ آپس کی رضامندی سے جتنی رقم مناسب سمجھیں مقرر کر لیں - اسی طرح یتیموں کی اصلاح حال کا معاملہ ان کے اولیاء کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ چاہیں تو ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا لیں یا علیحدہ رکھیں - جس میں یتیموں کی

فلاح و بہبودی ہو وہ کریں۔ ایسا ہی مشورہ کا معاملہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہم امور میں صحابہ سے مشورہ کرنے کا حکم ہے۔ ظاہر ہے کہ باہمی مشورہ میں اختلاف رائے ہوتا ہے، اور مختلف لوگ اپنی اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ بعض ایسے امور جس کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی حکم نہ ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی رائے دیتے تھے۔ وہ آپ کا اجتہاد تھا۔

امام ابو بکر جصاص نے اس آیت کے ذیل میں ایک واقعہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ایک جنگ کے موقع پر ایک صحابی نے آپ سے یہ بھی دریافت کیا کہ فوج کے پڑاؤ کی جو جگہ آپ نے تجویز فرمائی ہے کیا وہ وحی کے ذریعہ آپ کو بتلاتی گئی ہے، یا صرف آپ نے اپنی رائے سے تجویز کی ہے۔ ان آیات سے بھی انسانی عقل، فہم و بصیرت اور اجتہاد میں رائے کے استعمال کا جواز نکلتا ہے۔

۶۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتیمی، فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدة (نساء۔ ۳)

اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کی بجائے اور عورتیں جو تم کو پسند ہوں ان میں سے دو، دو، تین، تین، اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔ پھر اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم چند عورتوں کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔

< وابتلو الیتیمی حتی اذا بلغوا النکاح، فان آنستم منهم رشدا فادفعوا الیہم اموالہم (نساء۔ ۶)

اور یتیموں کی عقل و شعور کا جائزہ لیتے رہا کرو، یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں اہلیت دیکھو تو ان کے مال ان کے سپرد کرو۔

۸۔ والذان یاتینہما متکفأذوہما، فان تابا واصلحا فاعرضا عنہما (نساء۔ ۱۶)

اور تم میں سے جو دو شخص بدکاری کے مرتکب ہوں تو تم ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ، پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں، اور آئندہ اپنی اصلاح کر لیں تو تم ان دونوں سے درگزر کرو۔

۹۔ والٹی تخافون نشوزهن ، فظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن
(نساء - ۳۳)

اور جن عورتوں کی سرکشی کا تم کو ڈر ہو ، پہلے ان کو سمجھاؤ ، پھر ان کو ان کے بستروں میں تنہا چھوڑ دو پھر ان کو مارو۔

۱۰۔ وان امرأة خافت من بعلها نشوزاً اوا عراضاً فلا جناح عليهما ان يصلحا بينهما صلحا (نساء - ۱۲۸)

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا پررغبتی کا خوف ہو تو دونوں پر اس میں گناہ نہیں کہ وہ آپس میں کسی طور صلح کر لیں۔

ان آیات میں بھی کئی احکام بیان کئے گئے ہیں ، اور تفقد حالات کے بعد مناسب فیصلہ کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ تعدد ازواج کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی گئی ہے کہ چاروں بیویوں کے ساتھ انصاف کے ساتھ برتاؤ کیا جائے۔ یہ بات شوہر کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی ہے کہ وہ چاروں کے ساتھ کس طرح سلوک کرے کہ ان میں سے کسی کو شکایت نہ ہو۔ یتیموں کے اولیاء کو یہ حکم ہے کہ بالغ ہونے پر ان کا مال انہیں سپرد کر دیا جائے ، بشرطیکہ ان میں فہم و فراست اور عقل و شعور کے آثار موجود ہوں۔ اس کا انحصار بھی ان کے ادراک پر ہے کہ وقتاً فوقتاً وہ اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ حد زنا کا حکم نازل ہونے سے پہلے بدکاری کی سزا صرف ایذا رسانی تھی۔ ظاہر ہے اس کو قاضی کی صوابدید پر چھوڑا گیا تھا۔ اسی طرح بیسوی کی نافرمانی یا اس کے ساتھ شوہر کی بدسلوکی کا فیصلہ انسانی عقل و رائے سے ہی کیا جائے گا۔ ان کے درمیان مصالحت کا تعلق ان کے باہمی معاملات اور نالوں کی رائے سے ہے۔ تفقد حالات کے بعد ثالث صلح کرا دیں ، یا خود ہی اپنے معاملات کو سلجھا لیں۔

۱۱۔ لاخیر فی کثیر من نجواہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس۔ (نساء - ۱۱۳)

عام لوگوں کی سرگوشی میں بسا اوقات بھلائی نہیں ہوتی ، مگر ہاں وہ لوگ جو خیرات کرنے ، یا کسی اور نیک کام کرنے یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرائنے کی ترغیب دیں۔

اس آیت میں صدقہ ، حسن سلوک ، اور لوگوں کی اصلاح حال کا حکم ہے۔ ان امور کے بارے میں جو مشورے ہوں گے ان میں خیر ہے۔ ظاہر ہے اس قسم کے امور کا تعلق بھی تفقد حالات اور عقل و فہم سے کام لے کر رائے دینے سے ہے۔

۱۲۔ فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم (بقرہ - ۱۹۳)
سو جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کو زیادتی کی سزا دو ، جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔

۱۳۔ وآت ذا القربىٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولاتبئرا تبئیرا (بنی اسرائیل - ۲۶)

اور قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو ، اور مسکین کو اور مسافر کو بھی (ان کا حق) دیا کرو۔ اور یرجا اور یرمق نہ اڑایا کرو۔
۱۴۔ والذین اذا انفقا لم یسرفوا ولم یقتروا ، وکان بین ذلک قواما (الفرقان - ۶۷)
اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں ، اور نہ وہ خرچ کرنے میں تنگی کرتے ہیں۔ اور ان کا خرچ کرنا ان دونوں باتوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے۔

۱۵۔ وعدا للذین آمنوا منکم وعملوا الصلحہ یستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم (نور - ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ، ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو زمین میں اسی طرح حکمران بنائے گا جس طرح ان کو حکمران بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔

۱۶۔ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر (نساء - ۵۹)

پھر اگر تم کسی بات میں باہم جھگڑنے لگو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹایا کرو ، بشرطیکہ تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو
۱۷۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون (نحل - ۴۳)

اور آپ پر بھی ہم نے یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کئے گئے ہیں وہ احکام آپ ان کے روبرو خوب کھول کر بیان کر دیں اور تاکہ وہ

لوگ غور و فکر کریں -

ان سب آیات میں قدر مشترک یہ ہے کہ بعض امور انسان کی رائے اور غالب ظن پر چھوڑے گئے ہیں۔ مثلاً تمہارے ساتھ۔ اگر کوئی زیادتی کرے تو اس زیادتی کے بقدر تم بھی اس کے بدلہ میں اس کو سزا دے سکتے ہو، لیکن اس سزا کی مقدار کا فیصلہ انسان کی غالب رائے اور ظن پر چھوڑا گیا ہے۔ ایک آیت میں رشتہ داروں، غریبوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کا حکم ہے بشرطیکہ اس میں اسراف نہ ہو۔ جس کا اندازہ انسان اپنی حیثیت کے مطابق خود ہی کر سکتا ہے۔ اسی طرح صدقہ، خیرات اور دیگر نفقات میں اسراف سے بچنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس آیت میں انسان کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ اپنی ضروریات پر کتنا خرچ کرنا ہے، اور دوسروں پر کتنا۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو حکومت اور اقتدار دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس صورت میں لوگوں کو کسی ایسے شخص کو جو خلافت کا اہل ہو منتخب کرنا ہو گا۔ ظاہر ہے اس کا انتخاب لوگوں کی رائے، اور فہم و بصیرت پر منحصر ہے کہ وہ کس کو منتخب کرتے ہیں۔ مطلوب تو یہ ہے کہ سب سے بہتر اور سب سے اہل اور باصلاحیت آدمی کو منتخب کریں۔ لیکن اس میں تسامح کا امکان ہے۔ اگلی آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ رائے و عقل سے اجتہاد کے نتیجہ میں شرعی احکام میں جو اختلاف ہو، وہ قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے سے دور کیا جا سکتا ہے۔ آخری آیت میں تین امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات کی خود تشریح فرما دی ہے۔ اور کوئی آیت خفا کے درجہ میں نہیں ہے۔ دوم یہ کہ جو آیات مجمل ہیں ان کی وضاحت سنت سے کی جا سکتی ہے، کیونکہ اس قسم کی آیات کی تصریحات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ سوم یہ کہ ایسے مسائل جن کے بارے میں قرآن مجید میں احکام موجود نہیں ہیں، ان کے بارے میں آیات میں غور و فکر اور قیاس کے ذریعہ احکام مستنبط کئے جا سکتے ہیں (۳)

۱۸۔ فاعتبروا یا اولی الابصار (حشر ۲)

لہذا اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔

حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے یہ سب سے اہم اور بنیادی آیت ہے۔ ابراہیم بن علیہ (متوفی ۲۱۸ ھ) نے غالباً سب سے پہلے حجیت قیاس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے (۵) ابو بکر جصاص و دیگر علماء اصول نے اس آیت پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان سب کا اس پر اتفاق معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ قرآن و سنت میں جن مسائل کے بارے میں احکام موجود نہ ہوں ان کو قیاس سے مستنبط کرنا چاہیئے۔ عربی لغت اور اصول فقہ کی کتابوں میں لفظ اعتبار پر جو قیاس کا مترادف ہے، بہت مفصل بحثیں ہیں۔ ہم اختصار کے ساتھ اس کے لغوی معنی یہاں نقل کرتے ہیں۔ عبرہ کے لفظی معنی یہ ہیں کہ اس نے کسی چیز، نہر یا دریا کو پار کیا۔ اعتبار ایک چیز کو دوسری سے مقابلہ کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ درہموں کے لئے جب اعتبار کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد ان کی جانچ پڑتال یا کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔ اگر اعتبار عبرہ سے ماخوذ سمجھا جائے تو اس کے معنی عبرت حاصل کرنا ہیں۔ یعنی ماضی کے واقعات سے سبق لینا۔ عربی کے بعض محاورے اس طرف اشارہ کرتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے اعتبار بمامضی: اس نے ماضی کے واقعات سے نصیحت حاصل کی۔ السعید من اعتبر بغيره: سعاد تمند وہ ہے کہ جو دوسرے سے عبرت لے۔ تعبیر الرؤیا اور تعبیر الدنائب میں عقل و فہم سے کام لینے کی طرف اشارہ ہے۔ اس لفظ کے جتنے بھی مشتقات ہیں ان سب میں تقابل، غور و فکر یا نصیحت حاصل کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے (۶)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علماء اصول قیاس کو فرض بتاتے ہیں۔ اس آیت میں ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آیا تھا۔ بنو نضیر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ معاہدہ تھا کہ وہ غیر جانبدار رہیں گے۔ لیکن غزوة احد میں مسلمانوں کی شکست کے بعد انہوں نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ اور اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے۔ مسلمانوں نے یہ محاصرہ اس شرط پر ختم کیا کہ وہ مدینہ سے نکل جائیں۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ وہ قلعہ بند ہونے کے بعد محفوظ ہو جائیں گے۔ اور مسلمان ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

لیکن ان کا یہ خیال غلط نکلا۔ اور انہیں ہزیمت اٹھانی پڑی۔ سورہ حشر کی ابتدائی آیات میں اس کا ذکر ہے۔ ان کی اس عبرتناک شکست کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایک مثال اور نمونہ بنا کر پیش کیا۔ اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کا حکم دیا۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابو بکر جصاص لکھتے ہیں :

فاعتبروا یا اولی الابصار، والمعنی، واللہ اعلم ان احکموا لمن فعل مثل فعلهم باستحقاق العقوبة والنکال من اللہ تعالیٰ لثلا یقدموا علی مثل ما قدموا علیہ فلیستحقوا مثل ما استحقوا۔ فدل علی ان الاعتبار هو ان یحکم النبی بحکم نظیرہ المشارک له فی معناه الذی تعلق استحقاق حکمہ (۷)

اے آنکھوں والو، عبرت حاصل کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے، واللہ اعلم، کہ بنو نضیر نے جس فعل کا ارتکاب کیا تھا اگر کوئی دوسرا شخص یا قبیلہ اسی جیسے فعل کا ارتکاب کرے، تو اس کے حق میں بھی ایسا ہی فیصلہ کرو۔ یعنی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا کا مستحق ہو گا، تاکہ دوسرے لوگ آئندہ اس قسم کا اقدام نہ کریں، جیسا بنو نضیر نے کیا تھا۔ پھر وہ بھی اسی سزا کے مستحق ہوں جیسے وہ اس کے مستحق ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعتبار کا مطلب یہ ہے کہ نبی کسی مسئلہ میں اس کی نظیر (اس جیسے مسئلہ) کے حکم کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے۔ جو اس کے ساتھ۔ علت میں مشترک ہو۔ اور اس بنا پر وہ اسی حکم کا مستحق ہو گا۔

امام سرخسی کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ حکم علت سے ثابت ہوتا ہے۔ علت کی دو قسمیں ہیں جلی اور خفی۔ جلی وہ ہے جو الفاظ کے ظاہری معنی سے معلوم ہو جائے۔ خفی وہ ہے جو الفاظ پر غور و فکر کے بعد سمجھ۔ میں آئے۔ قیاس میں حکم دو امور کے درمیان اشتراک علت کی بنا پر لگایا جاتا ہے؛ اور قیاس کر کے حکم کا اطلاق کرنا ایسا ہی ہے جیسے اصل منصوص حکم کا اطلاق کرنا۔ اس کو رائے نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت ماعز اسلمی کو زنا کی سزا میں رجم کرنے کا ایک انفرادی واقعہ تھا۔

لیکن اس کی علت نکال کر اس حکم کو عمومی بنا دیا گیا (۸)

صدر الشریعہ عبیدالدین مسعود کہتے ہیں کہ اعتبار کے دو مفہوم ہیں -

نصیحت حاصل کرنا اور قیاس کرنا۔ پہلا مفہوم آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ دوسرا مفہوم الفاظ سے اشارۃً نکلتا ہے، جس کو دلالت النص کہتے ہیں۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ ہمیں نہ صرف پچھلی قوموں کے تاریخی حالات و واقعات کا علم ہو، بلکہ ہمیں ان کے عروج و زوال کے اسباب بھی معلوم کرنے چاہئیں۔ اس لئے بعض علماء اصول نے اس آیت سے یہ اصول مستنبط کیا ہے :

ان العلم بالعلۃ یوجب العلم بالحکم ، فکذا فی الاحکام الشرعیۃ (۹)
حکم کی علت کا علم خود حکم کے علم کا موجب ہوتا ہے۔ یہی صورت شرعی احکام کی بھی ہے۔ یعنی قیاس دلالت النص سے ثابت ہے۔
فخر الاسلام بزدوی نے دو آیتوں کا اضافہ کیا ہے (۱۰)
۱۹۔ ان فی ذلک لآیت لقوم یعقلون (رعد - ۳)
اور ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں (دلائل) ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

۲۰۔ ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الاباب لعلکم تتقون (بقرہ - ۱۷۹)
اور اے عقل والو! اس حکم قصاص میں تمہاری زندگی اور بقا ہے، امید ہے کہ تم لوگ ناحق کی خون ریزی سے پرہیز کرو گے۔
ان آیات میں خدا کی نشانیوں اور احکام خداوندی میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے قصاص سے بظاہر ایک جان تلف ہوتی ہے، لیکن اس آیت سے معلوم ہوتا ہے قصاص انسانی زندگی کی بقا کا سبب ہے۔ اس آیت میں جو اسرار و رموز اور علم و حکمت کے خزانے پنہاں ہیں وہ بغیر تدبیر و تفکر کے سمجھ میں نہیں آ سکتے۔

امام شوکانی نے بعض فقہاء کا مندرجہ ذیل آیات سے استدلال بھی نقل کیا ہے :

۲۱۔ ان اللہ لایستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فمافوقہا (بقرہ - ۲۶)
ہاں واقعی اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ کوئی مثال بیان کرے، خواہ وہ مچھر کی ہو، یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی۔
۲۲۔ قال من یحیی العظام وہی رمیم۔ قل یحییہا الذی انشأها اول مرة (یس -

کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو جسو بالکل بوسیدہ اور پرانی ہو چکی ہوں کون زندہ کرے گا۔ آپ کہہ دیجئے ان ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا ہے۔

۲۳۔ ان الله يامر بالعدل والاحسان وايتاء ذى القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغى ، يعظكم لعلكم تذكرون (نحل - ۹۰)

یقیناً اللہ انصاف ، بھلائی اور قرابت داروں کے ساتھ۔ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور برحیانی اور نامعقول کاموں کو اور تعدی اور سرکشئی کو منع کرتا ہے۔ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس لئے نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

پہلی دو آیتوں میں مجہر اور بوسیدہ ہڈیوں کا ذکر ہے ؛ اس سے دو چیزوں کے درمیان مشابہت اور مماثلت کی طرف اشارہ ہے۔ اس طرح تیسری آیت میں عدل قائم کرنے کا حکم ہے۔ عدل کے معنی دو مساوی چیزوں کو مساوی کرنا ہیں۔ قیاس میں بھی مقیس و مقیس علیہ کے درمیان اشتراک علت کی بنا پر دونوں پر ایک ہی حکم لگایا جاتا ہے ۱۱۔

حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے ایک آیت بھی کافی تھی۔ اتنی آیات کو استدلال میں پیش کرنے کا سبب یہ ہے کہ منکرین قیاس کی طرف سے حجیت قیاس پر سخت اعتراض کرتے گئے۔ وہ قیاس کو دلیل شرعی نہیں مانتے تھے۔ اس لئے فقہاء اہل سنت نے قیاس کی حجیت کو ثابت کرنے کے لئے استقصاء سے کام لیا ہے۔ فقہ اسلامی کے تشکیلی دور میں جو اہل الرائے اور اہل الظاہر کے دو انتہا پسندانہ رجحانات پائے جاتے تھے قیاس ان کے درمیان ایک معتدل راستہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی نے اپنے رسالہ میں حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے جو دلائل دیتے تھے منکرین ان سے مطمئن نہیں ہو سکے۔ اس لئے متاخرین فقہاء نے اس کی تائید میں مزید آیات اور احادیث پیش کیں۔

مذکورہ بالا آیات حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے نص کا حکم نہیں رکھتیں۔ ان آیات کے مضامین سے مجموعی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ استنباط احکام میں شخصی رائے ، تفکر و تدبیر ، فہم و بصیرت اور ذہنی قوتوں کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے۔ احکام کے استخراج کے لئے نصوص کو ان

کے ظاہری معنی تک محدود نہیں کیا گیا ، جیسا کہ اہل ظاہر کا موقف ہے ۔ اجتہادی مسائل میں کئی نقطہ ہائے نظر ہو سکتے ہیں ۔ ان آیات سے اجتہادی امور میں وسعت نظر اور روا داری کی تائید ہوتی ہے ۔ اس قسم کے مسائل میں صرف ایک قول کو ہی صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ امام شوکانی نے ان آیات سے قیاس کی حجیت پر فقہاء کے نقطہ نظر کو ذکر کرنے کے بعد ان پر تنقید کی ہے ، کیونکہ ان سے اشارۃً اس کی تائید ہوتی ہے ، نہ کہ ظاہراً اور نصاً (۱۲)

علماء اصول نے قیاس کی حجیت کو سنت سے بھی ثابت کیا ہے ۔ امام شافعی اس کی تائید میں مندرجہ ذیل حدیث پیش کرتے ہیں : حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اذا حکم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران ۔ واذا حکم فاجتهدوا خطأ فله اجر ۔ جب کوئی حاکم کسی مسئلہ میں فیصلہ دے ، اور اجتہاد سے کام لے ، اور اس کا فیصلہ درست ہو تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اگر کوئی حاکم کسی مسئلہ میں فیصلہ دے ، اور اجتہاد سے کام لے اور اس سے فیصلہ میں غلطی ہو جائے تو اس کو اکھرا ثواب ملے گا ۔ (۱۳) ۔ امام شافعی فرمانے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مجتہد پر جو چیز فرض ہے وہ حکم شرعی معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے ؛ اس کوشش کے بعد نتیجہ صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلطی بھی ۔ مجتہد پر کوشش کرنا فرض ہے ، حق تک پہنچنا فرض نہیں ۔ اگر حق ، تک پہنچنا ضروری ہوتا تو مجتہد سے غلطی کی صورت میں اس کو ثواب نہ ملتا ۔ بلکہ منطقی طور پر اس کو اس پر سزا ملنی چاہنیے تھی ۔ نماز کے لئے سمت کعبہ تلاش کرنے کی کوشش (تحری) فرض ہے نہ کہ صحیح سمت کعبہ دریافت کرنا ۔ اسی طرح اجتہادی امور میں کوشش فرض ہے نہ کہ حق تک پہنچنا ۔

قیاس کی حجیت کو سنت سے ثابت کرنے کے لئے امام ابو بکر جصاص نے متعدد احادیث پیش کی ہیں ۔ کچھ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرعی احکام مستنبط کرنے کے لئے رائے و قیاس سے کام لیا جا سکتا ہے ۔۔۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو امور میں مشابہت کی

بنا پر بعض احکام صادر فرمائے ہیں۔ امام ابو بکر جصاص اور دیگر علماء اصول نے اس موضوع پر کثرت سے احادیث نقل کی ہیں جن کا احاطہ اس مقالہ میں ممکن نہیں۔ اس لئے ہم یہاں چند احادیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اہم دینی امور میں صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے تھے۔ صحابہ سے دینی امور میں مشورہ لینا خود اس بات کی دلیل ہے کہ شرعی احکام میں شخصی رائے اور عقل و فہم سے کام لیا جا سکتا ہے۔ اذان اور غزوہ بدر کے قیدیوں کا معاملہ اور ایسے ہی متعدد امور میں آپ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ انہوں نے آپ کو اپنی اپنی رائے سے مطلع کیا۔

۲۔ بنو قریظہ کا معاملہ آپ نے سعد بن معاذ کے سپرد فرمایا۔ اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کر دیئے جائیں اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلہ کی توثیق فرمائی۔

۳۔ صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں سہیل بن عمرو کی طرف سے اصرار تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یہی الفاظ لکھنے کا حکم دیا۔ لیکن انہوں نے آپ کے ادب و احترام کے پیش نظر اس حکم کی تعمیل نہیں کی۔ اور آپ نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کسی شخص کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کا انتخاب امت مسلمہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ اس سے ظاہراً آپ کی مراد یہی ہو گئی کہ مسلمان اپنی رائے اور باہمی مشورہ سے کسی اہل شخص کو اپنا خلیفہ بنائیں۔ اور آئندہ بھی ایسا کرتے ہیں۔

۵۔ ایک سفر میں حضرت عائشہ کا ہار گم ہو گیا تھا۔ آپ نے کچھ صحابہ کو یہ ہار تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔ اس وقت تیمم کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ جب نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے پر وضو ہی نماز پڑھ لی، کیونکہ پانی کہیں موجود نہیں تھا۔ یہ انہوں نے اپنی رائے اور اجتہاد سے کیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے نہ کوئی سرزنش

فرمائی اور نہ ہی ان کو قضا نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

۶۔ ایک دفعہ حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے جگانے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اور آپ کو سوتا ہوا پا کر یہ الفاظ کہے :
الصلوة خیر من النوم۔ (نماز نیند سے بہتر ہے)۔ آپ نے یہ الفاظ پسند فرمائے ،
اور حکم دیا کہ ان کو فجر کی اذان میں شامل کر لیا جائے۔

<۔ ایک مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ اور آپ نے آخرش یہ سوال کیا کہ اگر قرآن و سنت میں کوئی حکم نہ ملے تو وہ کیا کریں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ
«اجتہد رائی» یعنی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے ان کو ایسے مسائل میں جن کے بارے میں کوئی نص نہ ہو رائے سے اجتہاد کرنے کی اجازت دیدی۔

امام ابو بکر جصاص یہ اور اسی طرح کی متعدد احادیث پیش کر کے

لکھتے ہیں :

وقد روى عن النبي ﷺ في اباحة المعالجة ، و استعمال الطب ، والادوية
اخبار كثيرة۔ وطريق ذلك كله الاجتهاد في الرأى۔۔۔ فهذه الاخبار على اختلاف
متونها وطرقها توجب التوقيف من النبي ﷺ في اباحة الاجتهاد في احكام
الحوادث۔ وهي وان كان كل واحد واردا من طريق روايات الافراد ، وانها في
خبر التواتر من حيث يتمتع في العادة ان تكون جميعها كذبا او غلطاً اووهما (۱۳)۔
علاج کی اجازت اور طب اور ادویہ کے استعمال کے بارے میں رسول اللہ

ﷺ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ اس قسم کی احادیث میں رائے سے
اجتہاد کرنے کا جواز موجود ہے۔ اگرچہ ان احادیث کی متون اور اسانید میں
اختلاف ہے ، لیکن ان سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے نئے نئے پیش آنے والے واقعات سے متعلق احکام میں اجتہاد کی اجازت دی ہے۔ ان
میں سے ہر روایت انفرادی طور پر خبر واحد ہے ، لیکن مجموعی طور پر یہ متواتر
ہیں اس لئے کہ عادتاً یہ ناممکن ہے کہ یہ ساری احادیث جھوٹ ، غلطی اور
وہم پر مبنی ہوں۔

اب ہم ذیل میں ایسی احادیث پیش کرتے ہیں جن میں دو چیزوں کے درمیان

مماثلت کی بنیاد پر احکام مستنبط کئے گئے ہیں۔ اور ان سے یہ حکم نکلتا ہے کہ جو حکم کسی چیز کی نظیر کا ہے ، وہی اس چیز کا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ذرغفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے بیوی کے ساتھ صحبت کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ کیا اپنی خواہشات نفس (شہوات) پوری کرنے پر بھی ہمیں ثواب ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی حرام فعل سرزد ہوتا تو کیا تم گنہگار نہ ہوتے؟ میں نے جواب دیا کہ ضرور ہوتے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ نیکی کرنے پر تو ثواب کی امید رکھتے ہو، کیا برائی سے بچنے پر ثواب کی امید نہیں رکھتے؟ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شر کو خیر پر قیاس فرمایا۔ اور یہ اصول بتایا کہ » حکم الشئی حکم نظیرہ۔

۲۔ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے باپ بہت بوڑھے ہیں۔ وہ حج نہیں کر سکتے۔ کیا ان کی طرف سے میں حج کسر سکتا ہوں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا کرتا؟ اس نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے حج کر۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک بار روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں حکم دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جیسے روزہ کی حالت میں پانی سے کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں (۱۵)

۴۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کی اجازت دی، اور اس کا سبب یہ بتایا کہ بلی ان جانوروں میں سے ہے جو کثرت سے گھروں میں آتے جاتے ہیں۔ آپ نے بلی کے جوٹھے کی طہارت کا حکم قرآن مجید کی اس آیت پر قیاس کر کے دیا تھا :

لیس علیکم ولا علیہم جناح بعدن طوافون علیکم بعضکم علی بعض (نور۔

ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر گناہ ہے اور ان لونڈی، غلاموں اور لڑکوں پر

کوئی گناہ ہے ، کیونکہ یہ لوگ خدمت کی غرض سے بکثرت تمہارے پاس آتے
جاتے ہیں ۔ کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس ۔

اس آیت کی رو سے تین ممنوعہ اوقات کے علاوہ لونڈی ، غلاموں اور بچوں
کو گھر میں ہر وقت آنے جانے کی اجازت ہے ، انہیں اجازت لینے کی
ضرورت نہیں ، کیونکہ کام کاج سے وہ بار بار آتے جاتے ہیں ۔ عدم استیذان کا
سبب طواف (گھر میں بار بار آنا جانا) ہے ؛ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے
امام سرخسی فرماتے ہیں اشتراک علت کی بنا پر ایک واقعہ سے متعلق حکم کا
اطلاق دوسرے پر بھی ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جن مسائل کے بارے میں احکام موجود نہ ہوں قیاس کرنے کی تعلیم دی ہے (۱۶)۔
۵۔ قیاس کی حجیت ثابت کرنے کے لئے ابن نجیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے : حکمی علی الواحد حکمی علی الجماعة ۔
ایک شخص کے بارے میں جو میرا فیصلہ (حکم) ہو وہی جماعت کے بارے میں
بھی ہے (۱۷)۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بعض امور میں خود بھی قیاس سے کام لیا تھا ۔

علماء اصول نے صحابہ و تابعین کے عمل سے بھی حجیت قیاس پر استدلال
کیا ہے ۔ ان کے نزدیک حجیت قیاس پر صحابہ کا اجماع ہے ۔ تابعین اور ان کے
بعد آنے والے مسلمانوں کا اس پر مسلسل عمل رہا ہے (۱۸)۔

آثار صحابہ سے استدلال کرتے ہوئے امام ابو بکر جصاص نے دو امور
کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے ۔ اول یہ کہ کسی صحابی نے قیاس کا
انکار نہیں کیا ۔ نیز تشریحی امور میں ان میں سے کسی نے بھی رائے و قیاس سے
کام لینے پر کسی پس و پیش اور تأمل سے کام نہیں لیا ۔ قیاس کی صحت پر
سارے صحابہ کا اتفاق تھا ۔ امام ابو بکر جصاص نے اس سے یہ نتیجہ اخذ
کیا کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہی
اجتہادی امور میں رائے و قیاس سے کام لیتے ہوں گے ۔ اگر آپ نے اس کی ممانعت
کی ہوتی تو کبھی اس کی جرأت نہ کرتے ۔ دوم یہ کہ حجیت قیاس پر صحابہ کا
اتفاق خود ایک حجت ہے ۔ اس سے انحراف کی اجازت نہیں (۱۹)۔

ابوبکر جصاص نے حضرت عمر کے خط سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے۔ اور اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ قیاس کا استعمال اپنی فقہی اور فنی صورت میں صدر اسلام سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ عمر ابو موسیٰ اشعری کو مخاطب کر کے اپنے خط میں فرماتے ہیں : وقس الامر عند ذلک۔ کسی مسئلہ میں خوب غور و خوض کرنے کے بعد ایک مسئلہ کو دوسرے مماثل مسئلہ پر قیاس کرو۔ اس کے بعد ابوبکر جصاص نے کثیر تعداد میں صحابہ کے آثار نقل کئے ہیں۔ اور ان سے وہ حجیت قیاس پر استدلال کرتے ہیں (۲۰)

ابو الحسین بصری ، فخرالدین رازی ، ابن دقیق العید ، ابن عقیل ، اور صفی الہندی نے اپنی تصانیف میں حجیت قیاس کے بارے میں صحابہ کے آثار ، اور تعامل سے متعلق بکثرت روایات جمع کر دی ہیں۔ اور ان کی بنیاد پر قیاس کی حجیت کو ثابت کیا ہے (۲۱)۔

علماء اصول نے حجیت قیاس کو عقلی طور پر ثابت کیا ہے۔ امام ابوبکر جصاص نے احکام کی تین قسمیں کی ہیں۔ اول وہ جو عقلاً واجب ہیں ، اور شریعت نے تاکید کے طور پر انہیں فرض بتلایا ہے جیسے توحید باری ، صداقت رسول ، شکر منعم ، عدل و انصاف وغیرہ۔ دوم وہ جو عقلاً حرام ہیں اور شریعت نے تاکید اُن کو حرام بتلایا ہے ، جیسے کفر ، ظلم ، جھوٹ ، اور تمام ایسے امور جن کو عقل بھی برا کہتی ہے۔ ان دونوں قسموں سے متعلق احکام شریعت اور عقل دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ان میں کوئی نسخ اور تبدیلی بھی نہیں ہو سکتی۔ تیسری قسم مباحات کی ہے ان سے متعلق امور کو عقل نہ فرض بتلاتی ہے نہ حرام۔ لیکن شریعت کے ذریعہ ان کے حسن و قبح کے بارے میں ہمیں علم ہوتا ہے۔ مباحات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ اپنے نفع و نقصان کے مطابق اپنی رائے و اجتہاد سے ان میں تصرف کریں جیسے تجارتی معاملات ، سفر ، کاشتکاری ، حلال کھانوں میں سے کسی خاص کھانے کا انتخاب ، علاج معالجہ ، دوائیں۔ ان سب کا انتخاب ہماری رائے و اجتہاد پر مبنی ہے۔ ہم جس میں اپنی جیسی مصلحت دیکھیں ویسا کریں۔ ان میں سے جن چیزوں سے آدمی کو نفع ہوتا ہے ان کو حاصل کرتا ہے۔ جن سے نقصان ہوتا ہے ان سے پرہیز کرتا ہے۔ ان کا حسن و قبح انسانی عقل سے متعین ہوتا جو چیزیں اس کے لئے نفع بخش ہیں وہ اچھی ہیں ، اور جو نقصان دہ ہیں وہ بری۔ ان مباحات کا تعلق مصالح سے ہے۔ اس لئے ان میں نسخ و تبدیلی جائز

ہے۔ چنانچہ انہی امور میں جدید مسائل اور نئے پیش آنے والے واقعات میں جن کے بارے میں منصوص احکام موجود نہ ہوں عقلاً اجتہاد کرنا جائز ہے (۲۲)۔

ابوالحسن کرخی (متوفی ۳۳۰ ھ) نے احکام کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ وہ احکام جو نصوص میں مذکور ہیں۔ ان کو وہ منصوص علیہ یا اصول کہتے ہیں۔ دوسرے وہ احکام جو نصوص میں مذکور نہیں ہیں، بلکہ مجتہد ان کو مقررہ اصولوں کے مطابق خود مستنبط کرتا ہے۔ یہ احکام حوادث سے متعلق ہیں۔ نئے پیش آنے والے واقعات لامحدود ہیں، اور منصوص احکام محدود ہیں۔ اس لئے عقلی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ استنباط احکام کے لئے اجتہاد ناگزیر ہے۔ استنباط احکام کے تین طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک مجتہد اپنے ظن و تخمین سے ان کا استنباط کرے۔ دوسرے یہ کہ کسی سند و اصل کی طرف رجوع کئے بغیر محض اپنے وہم و گمان سے ان کو معلوم کرے۔ تیسرے یہ کہ جو منصوص احکام ہیں ان کی علت معلوم کر کے ان پر قیاس کرے۔ علماء اصول نے پہلے دو طریقوں کو خود ہی مسترد کر دیا ہے، اور تیسرے طریقے کو تسلیم کیا ہے۔ اسی کو قیاس کہتے ہیں (۲۳)۔

فخر الاسلام بزدوی حجیت قیاس کو عقلی طور پر ایک دوسرے طریقے سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ قیاس کو مقدمہ کی عدالتی کارروائی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ایک مقدمہ مدعی، مدعا علیہ، گواہ، گواہی، قاضی اور فیصلہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ قیاس میں بھی یہ تمام چیزیں موجود ہیں۔ قیاس کے طریق عمل میں منصوص احکام خدا کی طرف سے گواہ (شہود اللہ) ہیں۔ ان احکام کی علت شہادت ہے۔ قیاس کرنے والا مجتہد طالب یا مدعی ہے۔ جسم انسانی محکوم علیہ ہے۔ انسان کا دل حاکم ہے۔ قیاس سے جو نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے وہ مقدمہ کا فیصلہ یا مطلوب ہے۔ فخر الاسلام بزدوی کا اس تمثیل سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدمات کے فیصلہ کا جیسے ایک طریقہ کار مقرر فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مقدمات کے فیصلہ کے لئے قضاء سے متعلق احکام کی پیروی کریں، اسی طرح اس نے استنباط احکام کے لئے قیاس کا طریقہ مقرر کیا ہے، اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسے امور جن میں شرعی احکام موجود نہیں ہیں قیاس سے کام لے کر شرعی احکام دریافت کریں۔ امام بزدوی کے نزدیک بھی قرآن مجید کی آیت فاعتبروا یا ولی الابصار (حشر۔ ۲) کی رو سے مسلمانوں پر قیاس فرض ہے (۲۳)۔

شمس الاثمہ کردری (متوفی ۵۶۳ھ) نے امام بزدوی کی اس تمثیل کا طہارت کے حکم پر اطلاق کر کے اس کی مزید توضیح کی ہے۔ سورہ نساء کی آیت ۴۳ میں یہ حکم ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص جائے ضرورت سے فارغ ہو، یا تم عورتوں سے ملے ہو، پھر تم پانی پر قدرت نہ پاؤ تو ایسی حالت میں تم پاک مٹی کا قصد کرو، اور اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو، یعنی تیمم کرو۔ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جسم میں نجاست نکلنے کے، جو دو راستے ہیں ان سے نجاست نکلنے کے سبب انسان نجس ہو جاتا ہے۔ اور نماز ادا کرنے کے لئے اس کو وضو یا غسل کرنا چاہیے۔ اسی پر قیاس کر کے فقہاء نے یہ حکم نکالا ہے کہ نجاست ان فطری راستوں کے علاوہ دوسرے مقامات سے نکلی، جیسے ناف وغیرہ، اس صورت میں بھی اس کو وضو کرنا چاہیئے۔ اس مثال میں سورہ نساء کی آیت شاہد ہے۔ خروج نجاست اس حکم کی علت ہے۔ طالب یا مدعی مجتہد ہے۔ مطلوب طہارت ہے۔ حاکم انسان کا دل ہے۔ محکوم علیہ جسم ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اس لئے شاہد ہے کہ اس کا حکم عمومی ہے۔ کسی دوسری آیت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حکم استثنائی ہے۔ اور اس پر قیاس نہیں ہو سکتا (۲۵)۔

ابوالحسن بصری جو ایک معتزلی فقہیہ ہیں کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے دلائل سے قطع نظر ہمیں حجیت قیاس کا ثبوت عقل سے ہی ملتا ہے۔ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں: جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کسی نص میں حکم کی علت یا امارہ شرعیہ (حکم کی علامت) موجود ہے، اور حسی یا عقلی طور پر ہم یہ ادراک کرتے ہیں، یہی علت یا حکم کی علامت کسی دوسری چیز یا مسئلہ میں موجود ہے تو اس کا منطقی تقاضا یہ ہے ان دونوں چیزوں یا مسئلوں کی علت ایک ہے۔۔۔

احکام میں علت یا حکم کی علامت (امارہ شرعیہ) کے وجود اور اس کے تعدیہ کے حکم ہمیں حرمت شراب کی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ حرمت شراب کی علت نشہ ہے۔ نبیذ اور دوسری نشہ آور اشیاء کو اسی علت کی بنا پر حرام کہا گیا ہے، ورنہ ان کی حرمت کے لئے قرآن مجید میں کوئی علیحدہ حکم موجود نہیں ہے۔ اس کو وہ ایک دوسری مثال سے سمجھاتے ہیں۔ کسی مکان کی دیوار جھک رہی ہو اور ظاہری آثار سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ دیوار گرنے والی ہے۔ اس جھکی ہوئی دیوار کے سائے میں بیٹھنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں ہلاکت اور مضرت کے آثار موجود ہوں آدمی اس جگہ سے احتراز کرے (۲۶)۔

ابوالحسن بصری نے اپنی اس دلیل میں حجیت قیاس کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل نکات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

- ۱۔ قیاس کی حجیت عقلی و منطقی طور پر ثابت ہے۔
- ۲۔ دو چیزوں کی علت مشترک ہونے کی بنا پر انہیں باہمی طور پر مماثل اور مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔
- ۳۔ شراب کی حرمت اس کے نشہ آور ہونے کے سبب ہے۔ عقل بھی اسی کی متقاضی ہے۔
- ۴۔ اس حکم کا اطلاق عقلی اور منطقی طور پر جملہ نشہ آور اشیاء پر بھی ہونا چاہئے، کیونکہ ان سب کی علت ایک ہے۔
- ۵۔ ظاہری علامات و آثار علت کی تعیین میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

امام غزالی نے حجیت قیاس کو فلسفی انداز میں ثابت کیا ہے۔ قیاس کے مخالفین جو اس پر اعتراضات کرتے ہیں انہوں نے ان کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ اور ان کے تمام اعتراضات کے جواب دیتے ہیں۔ اصول فقہ کی تقریباً تمام کتابوں میں اس پر مفصل بحثیں ملتی ہیں۔ تاہم امام غزالی نے قیاس کی حجیت کو شرعی دلائل کے علاوہ اجماع اور عقلی دلائل سے بھی ثابت کیا ہے۔ ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے:

شرعی احکام کے استخراج اور ان پر عمل کرنے کے اعتبار سے ماضی میں دو طبقے رہے ہیں۔ ایک طبقہ مجتہدین اور مفتیین کا تھا، جو ان امور سے اجتہاد کرتے جن کے بارے میں قرآن و سنت میں احکام موجود ہوتے۔ استخراج احکام میں وہ رائے و قیاس سے کام لیتے۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا تھا جن میں اجتہاد کرنے کی اہلیت نہیں تھی، بلکہ اس معاملہ میں وہ مجتہدین پر اعتماد کرتے تھے اور ان کے استنباط کئے ہوئے احکام پر عمل کرتے تھے۔ رائے و قیاس سے استخراج احکام پر انہیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ اس طرح رائے و قیاس سے اجتہاد کے ذریعہ استنباط احکام پر اجماع منعقد ہو گیا۔

مجتہدین جن مسائل سے متعلق اجتہاد کرتے تھے وہ دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں قطعی نصوص موجود تھیں۔ دوسرے وہ جن کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی حکم موجود نہ تھا۔ مجتہدین نے ان مسائل کے بارے میں قیاس کے ذریعہ جو احکام دریافت کئے وہ قطعی نہ تھے۔ اس قسم کے مسائل میں انہوں نے اپنی فہم و بصیرت اور عقل و رائے سے کام لیا، اور اسی میں وہ حق بجانب تھے۔ مجتہد پر

فرض ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں قطعی و یقینی دلیل موجود ہو تو اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ اور اس کو نہ چھپائے۔ دلیل قطعی کو تسلیم کرنے میں کسی کو اعتراض نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اس کی مخالفت کرتا ہے تو اس کو فاسق، آثم، او ملحد سمجھا جاتا ہے۔ اور ایسے شخص پر کوئی اعتماد نہیں کرتا، اس لئے اس کو فتویٰ دینے کی بھی اجازت نہیں ہوتی، ایسے ہی وہ لوگ بھی جنہیں قطعی دلائل کا علم تھا اور انہوں نے ان کو چھپائے رکھا۔ اور خاموشی اختیار کی وہ بھی فاسق سمجھے جاتے ہیں۔ اس کلیہ کے پیش نظر اب ہم اس بات پر غور کریں کہ صدر اسلام میں اگر صحابہ اور ان کے بعد آنے والے مجتہدین قطعی دلائل کو چھپائے تو کیا وہ فاسق نہ کہلاتے؟ یہ بات واضح رہے کہ قطعی شرعی دلیل عقلی دلیلوں کی طرح نہیں ہوتی۔ عقلی دلیلوں کا سمجھنا بعض اوقات مشکل ہوتا ہے۔ اور اکثر وہ عقلاء پر مخفی رہتی ہیں۔ لیکن قطعی شرعی دلیل بالکل ظاہر ہوتی ہے۔ اپنے معنی، مفہوم اور مدلول میں واضح ہوتی ہیں۔ ان میں کسی طرح کی گنجلیک اور خفا نہیں ہوتا۔ ان کے معنی و مراد میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ قطعی دلائل موجود ہوتے ہوئے صحابہ کرام راتے و اجتہاد سے کام لیتے اور ان دلائل کو چھپا لیتے یا یہ دلائل ان پر مخفی رہتے؟ آخر کیا سبب ہے کہ صدر اسلام میں صحابہ و تابعین نے بے شمار مسائل میں راتے و اجتہاد سے کام لیا، اور اس اجتہاد کے سبب خود ان کے درمیان احکام میں اختلاف ہوا، جو آج تک چلا آ رہا ہے۔ (۲۷)۔ اس دلیل سے امام غزالی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اجتہاد میں راتے، عقل، بصیرت، اور فہم سے کام لینا ایک انسانی ضرورت ہے، جس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ اگر ہر مسئلہ میں قطعی و منصوص احکام موجود ہوتے تو صدر اسلام میں فقہاء و مجتہدین قطعی و ظاہری احکام کو چھوڑ کر راتے و اجتہاد سے کام نہ لیتے۔ قیاس کو حجت ماننے والوں کے درمیان خود اختلاف ہے کہ اس کی حیثیت کیا ہے۔ اس میں تین نظریے پائے جاتے ہیں۔

۱۔ جمہور فقہاء، متکلمین اور معتزلہ کے نزدیک عقلی و شرعی (عقلیات و شریعات) دونوں قسم کے امور ہیں قیاس کرنا جائز ہے۔

۲۔ اہل ظاہر کے ایک گروہ کے نزدیک قیاس صرف عقلی امور میں جائز ہے۔ شرعی میں نہیں۔

۳۔ کچھ مفکرین کا خیال ہے کہ عقلی امور میں قیاس جائز نہیں۔ صرف ان شرعی

امور میں جائز ہے جن کے بارے میں نصوص اور اجماع موجود نہ ہوں۔
 جمہور علماء اصول کے نزدیک قیاس کی حجیت سمعی ہے، یعنی قرآن و سنت کی
 نصوص سے ثابت ہے۔ فقال اور ابوالحسن بصری کے نزدیک عقلی ہے۔ سمعی نہیں۔ جو
 نصوص اس کی حجیت کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہیں ان کی حیثیت ثانوی ہے۔
 اور ان سے استدلال موضوعی ہے۔ حجیت قیاس کے بارے امام احمد بن حنبل سے دو
 متضاد قول نقل کئے گئے ہیں۔ داؤد و ظاہری، نظام، روافض اور اہل ظاہر قیاس کے
 منکر ہیں۔ اور اس کو دلیل شرعی نہیں مانتے (۱۸)۔

حوالہ جات

- ۱۔ امیر بادشاہ۔ تیسیر التحریر۔ قاہرہ۔ مصطفیٰ البابی الحلبي واولادہ۔ ۱۳۵۱ھ۔ ج۔
 ۳ ص ۳ شیخ احمد۔ ملا جیون۔ نور الانوار۔ دہلی۔ مطبع علمی۔ ۱۹۳۶۔ ص ۳۔
 ۶
- ۲۔ امام شافعی۔ رسالۃ شافی فی اصول الفقہ۔ بولاق۔ مطبعہ امیریہ۔ ۱۳۲۱ھ۔ ص
 ۶۶۔ ۶۹
- ۳۔ ایضاً۔ ص ۸
- ۳۔ ایوبکر جصاص۔ الفصول فی الاصول (تحقیق سعید اللہ قاضی)۔ لاہور۔ مکتبہ
 علمیہ۔ ۱۹۱۸ ص ۶۳۔ ۶۸
- ۵۔ ایضاً۔ ص ۶۸
- ۶۔ لفظ اعتبار کے لغوی معنی کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، صحاح جوہری، لسان
 العرب، تاج العروس، مادہ عبر
- ۷۔ ایوبکر جصاص۔ الفصول فی الاصول۔ محولہ بالا ایڈیشن۔ ص ۶۹
- ۸۔ شمس الائمہ سرخسی۔ اصول السرخسی۔ قاہرہ۔ دار الکتب العربی۔ ۱۳۷۲ھ۔ ج ۲
 ص ۱۳۹
- ۹۔ عبید اللہ بن مسعود۔ صدر الشریعہ۔ التوضیح۔ قاہرہ۔ دار المعہد الجدید۔ ۱۹۵۷۔ ج
 ۲۔ ص ۵۳
- ۱۰۔ فخر الاسلام بزدوی۔ اصول البزدوی۔ کراچی۔ نور محمد کارخانہ تجارت۔ ۱۹۶۶
 ص ۲۵۰
- ۱۱۔ شوکانی۔ ارشاد الفحول۔ قاہرہ۔ ادارہ الطباعة المیزية۔ ۱۳۳۷ھ۔ ص ۱۷۷
- ۱۲۔ ایضاً ۱۸۔ ص ۱۷۷۔ ۱۷۷

- ١٣ - امام شافعى - رساله - محوله بالا ايديشن - ص ٦٨ - ٦٩
- ١٣ - ابوبكر جصاص - الفصول فى الاصول - محوله بالا ايديشن - ص ٦٩ - <<
- ١٥ - ايضاً - ص ٤٨ - ٤٩
- ١٦ - شمس الاثمه سرخسى - اصول السرخسى - محوله بالا ايديشن - ج ٢ - ص ١٣٠
- ١٧ - ابن نجيم - فتح القفار بشرح المنار - قاهره - مصطفى البابى الحلبي واولاده - ١٩٣٦
- ج ٣ - ص ١٠
- ١٨ - ابو الحسين بصرى - كتاب المعتمد - دمشق - المعهد العلمى الفرنسى للدراسات العربيه - ١٩٦٣ - ج ٢ - ص ٢٦ <
- ١٩ - ابوبكر جصاص - الفصول فى الاصول - محوله بالا ايديشن - ص ٨١
- ٢٠ - ايضاً - ص ٨١ - ٨٥
- ٢١ - ابوالحسين بصرى - كتاب المعتمد - محوله بالا ايديشن - ج ٢ - ص ٢٣ - شوكانى - ارشاد الفحول - محوله بالا ايديشن - ص ١٧٨
- ٢٢ - ابوبكر جصاص - الفصول فى الاصول - ص ٩٣ - ٩٤
- ٢٣ - ايضاً - ص ٩٦ - ٩٧
- ٢٣ - يزدى - اصول اليزدى - محوله بالا ايديشن - ص ٢٢٨ - ٢٥٠
- ٢٥ - عبدالعزيز بخارى - كشف الاسرار - قسطنطينيه - ١٢٠٠ هـ - ج ٣ - ص ٩٩٠
- ٢٦ - ابوالحسين بصرى - كتاب المعتمد - ج ٢ - ص ٢٢٣ - ٢٢٥ <
- ٢٧ - امام غزالى - المستصطفى من علم الاصول - قاهره - المكتبة التجارية الكبرى - ١٩٢٧
- ج ٢ - ص ٥٩ - ٦٠
- ٢٨ - شوكانى - ارشاد الفحول - محوله بالا ايديشن - ص ١٧٥ - ١٧٨

